انیس کے مرثیے

جلد دوم

مرتبہ

صالحہ عابد حسین

کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

1980

١ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے ۔ جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے ۔ مُڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

٢ ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا ۔ یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرؑا کے لال کا ۔ گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

٣ یہ صبح ہے وہ صبحِ مبارک ہے جس کی شام ۔ یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام ۔ لکھّے خدا نماز گزاروں میں سب کے نام (الف)
سب ہیں وحیدِ عصر یہ غُل چارسو اُٹھے
دنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

٤ یہ سُن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس ۔ اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس ۔ باندھے عمامہ آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

٥ سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی رخوں پہ نور ۔ خوف و ہراس رنج و کدورت دلوں سے دور
فیّاض حق شناس اولوالعزم ذی شعور ۔ خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حُسنِ صوت سے حظ بر ملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

ساونتؑ بُردبار فلک مرتبت دلیر ٦ عالی منش سُبا میں سُلیماں ' وغا میں شیر
گرداں دہر اُن کی زبردستیوں سے زیر فاقے سے تین دن کے 'مگر زندگی سے سیر
دُنیا کو ہیچ پوچ سراپا سمجھتے ہیں
دریا دلی سے بحر کو قطرا سمجھتے ہیں

تقریر میں وہ رمز کنایہ[ب] کہ لاجواب ٧ نکتہ بھی منہ سے گر کوئی نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتابِ بلاغت کا ایک باب سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کامیاب
لہجوں پہ شاعرانِ عرب تھے مَرے ہوئے
پستے لبوں کے وہ کہ نمک سے بھرے ہوئے

لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو ٨ پیدا تنوں سے پیرہن[٦] یوسفی کی بُو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو پرہیزگار و زاہد ابرار و نیک خُو
پتھر میں ایسے لعل صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تھا کہ مَلک ہیں بشر نہیں

پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک مآب ٩ پر تھی رخوں پہ خاکِ تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب ہوتے ہیں خاکسار غلامِ ابو تُراب
مہتاب سے رخوں کی' صفا اور ہو گئی
مٹّی سے آئنوں میں جِلا اور ہو گئی

خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال ١٠ جن میں کئی تھے حضرتِ خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن' علی اکبر سا خوش جمال اک جا عقیلؑ و مسلمؑ و جعفر[٩] کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہرِ بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور ١١ دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خواں طیور
گلشن خجل تھے وادیِ نینوا[١١] اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

ٹھنڈی ہوا میں سبزۂ صحرا کی وہ لہک ۱۲ شرمائے جس سے اطلس[13] زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

قربان صنعتِ قلمِ آفریدگار ۱۳ تھی ہر ورق پہ صنعتِ ترصیع[14] آشکار
عاجز ہے فکرتِ شعرائے ہنرشعار ان صنعتوں کو پائے کہاں عقلِ سادہ کار
عالم تھا محو قدرتِ ربِ عباد پر
مینا[15] کیا تھا وادیِ مینوسواد[16] پر

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا ۱۴ دراج[17] و کبک[18] و تیہو[19] و طاؤس[20] کی صدا
وہ جوششِ گل وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا
پھولوں[د] سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبدِ[21] گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار ۱۵ پھولوں پہ جابجا وہ گہرہائے آبدار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
خواہاں تھے زہر[ہ][22] گلشنِ زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم ۱۶ کوکو کا شور نالۂ حق سرہ[23] کی دھوم
سبحانَ ربّنا[24] کی صدا تھی علی العموم جاری تھے وہ جو اُن کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِّ علا کی حمد
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی حمد

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار ۱۷ اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ[25] یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار تہلیل[26] تھی کہیں کہیں تسبیحِ کردگار
طائر ہوا میں محو[ز] ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

۱۸ کانٹوں میں اِک طرف تھے ریاضِ نبیؐ کے پھول — خوشبو سے جن کی خُلد تھا جنگل کا عرض و طول
دنیا کی زیب و زینتِ کاشانۂ بتول — وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسولؐ
ماہِ عزا کے عشرۂ اوّل میں کٹ[ح] گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں کٹ گیا

۱۹ اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار — پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلِ عذار
دولہا بنے ہوئے تھے اجل تھی گلوں کا ہار — جاگے وہ ساری رات کے، وہ نیند کا خُمار
راہیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مُسکرا کے پھولوں کی کلیاں بکس[27] گئیں

۲۰ وہ دشت اور خیمۂ زنگار گوں کی شان — گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسمان
بے چوبہ[28] سپہر بریں جس کا سائبان — بیت العتیق[29]، دین کا مدینہ[30] جہاں کی جان
اللہ کے حبیب کے پیارے اسی میں تھے
سب عرشِ کبریا کے ستارے اسی میں تھے

۲۱ گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمیں — کہتا تھا آسمانِ دہم چرخ[31] ہفتمیں
پردے تھے رشک پردۂ چشمانِ حورعیں — تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں
دیکھا جو نور شمسۂ کیواں[32] جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبحِ گلِ[33] آفتاب پر

۲۲ ناگاہ چرخ پر خطِ[34] ابیض ہُوا عیاں — تشریف جانماز پہ لائے شہِ زماں
سجادے بچھ گئے عقبِ شاہِ انس و جاں — صوتِ حسن سے اکبرِ مہرو نے دی اذاں
ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آ گئی

۲۳ چُپ تھے طیور جھومتے تھے وجد میں شجر — تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
محوِ ثنا کلوخ[35] و نباتات و دشت و در — پانی سے منہ نکالے تھے دریا کے جانور
اعجاز تھا کہ دلبرِ شبیرؑ کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

ناموسِ شاہ روتے تھے خیمے میں زار زار ۲۴ چپکی کھڑی تھی صحن میں بانوئے نامدار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار صدقے نمازیوں کے مؤذن کے میں نثار
کرتے ہیں یوں ثنا و صفت ذوالجلال کی
لوگو! اذاں سنو مرے یوسف جمال کی

یہ حسنِ[36] صوت اور یہ قرأت[37] یہ شدّ[38] و مد ۲۵ حقّا کہ افصح[39] الفصحا ہے انھیں کا جد
گویا ہے لحن حضرتِ داؤد[40] باخرد یارب! رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد
شعبے[41] صدا میں، پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

میری طرف سے کوئی بلائیں تو لینے جائے ۲۶ عین[42] الکمال سے تجھے بچے خدا بچائے
وہ[43] لوذعی کہ جس کی طلاقت[44] دلوں کو بھائے دو دو دن ایک بوند بھی پانی کی وہ نہ پائے
غربت میں پڑ گئی ہے مصیبت حسینؑ پر
فاقہ یہ تیسرا ہے مرے نورِ عین پر

صف میں ہوا جو نعرۂ قدقامت[45] الصلوٰۃ ۲۷ قائم ہوئی نماز اٹھے شاہِ کائنات
وہ نور کی صفیں وہ مصلّی ملک صفات قدموں سے جن کے ملتی تھی آنکھیں رہ نجات
جلوہ تھا تا بہ عرشِ معلّٰی حسینؑ کا
مصحف کی لوح تھی کہ مصلّٰی حسینؑ کا

قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز ۲۸ بسم اللہ جیسے آگے ہو یوں تھے شہِ حجاز
سطریں تھیں یا صفیں عقبِ شاہ سرفراز کرتی تھی خود نماز بھی ان کی ادا پہ ناز
صدقے سحر بیاض پہ بین السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحفِ ناطق کے نور کی

باہم مکبّروں[46] کی صدائیں وہ دل پسند ۲۹ کرّوبیانِ عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دوچند خوفِ خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند
خم گردنیں تھیں سب کی خضوع اور خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہِ نو تھے رکوع میں

اک صف میں سب محمدؐ و حیدرؑ کے رشتہ دار ۲۰ اٹھارہ نوجواں تھے اگر کیجیے شمار
پر سب جگر فگار حق آگاہ خاکسار پیرو امام پاک کے دانائے روزگار
تسبیح ہر طرف تہ افلاک انھیں کی ہے
جس پر درود پڑھتے ہیں یہ خاک انھیں کی ہے

دنیا سے اُٹھ گیا وہ قیام اور وہ قعود ۲۱ ان کے لیے تھی بندگیِ واجب الوجود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود طاعت میں نیست جانتے تھے اپنی ہست و بود
طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کر گئے تیغوں کی چھاؤں میں

ہاتھ اُن کے جب قنوت میں اُٹھے سوئے خدا ۲۲ خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا
تھرّائے آسماں ہلا عرشِ کبریا شہ پر تھے دونوں ہاتھ پئے طائرِ دعا
وہ خاکسار محوِ تضرّع تھے فرش پر
روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر

فارغ ہوئے نماز سے جب قبلۂ انام ۲۳ آئے مصافحے کو جوانانِ تشنہ کام
چومے کسی نے دستِ شہنشاہِ خاص و عام آنکھیں ملیں قدم پہ کسی نے باحترام
کیا دل تھے کیا سپاہِ رشید و سعید تھی
باہم معانقے تھے کہ مرنے کی عید تھی

سجدے میں شکر کے کوئی تھا مردِ باخدا ۲۴ پڑھتا تھا کوئی حزن سے قرآں کوئی دعا
نعتِ نبیؐ کہیں تھی کہیں حمدِ کبریا مولا اٹھا کے ہاتھ یہ کرتے تھے التجا
فاقوں پہ تشنہ کامی و غربت پہ رحم کر
یارب، مسافروں کی جماعت پہ رحم کر

زاری تھی التجا تھی مناجات تھی اُدھر ۲۵ واں صف کشی و ظلم و تعدّی و شور و شر
کہتا تھا ابنِ سعد، یہ جا جا کے نہر پر گھاٹوں سے ہوشیار، ترائی سے باخبر
دو روز سے ہے تشنہ دہانی حُسینؑ کو
ہاں مرتے دم بھی دیجو نہ پانی حُسینؑ کو

بیٹھے تھے جانماز پہ شاہِ فلک سریر ۳۶ ناگہ قریب آکے گرے تین چار تیر
دیکھا ہر اک نے مُڑ کے سوئے لشکرِ شریر عبّاسؑ اُٹھے تول کے شمشیرِ بے نظیر
پروانہ تھے سراجِ امامت کے نور پر
روکی سپر حضورِ کرامت ظہور پر

اکبر سے مُڑ کے کہنے لگے سرورِ زماں ۳۷ تم جا کے کہہ دو خیمے میں یہ اے پدر کی جاں
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ گراں بچّوں کو لے کے صحن سے ہٹ جائیں بیبیاں
غفلت میں تیر سے کوئی بچّہ تلف نہ ہو
ڈر ہے مجھے کہ گردنِ اصغرؑ ہدف نہ ہو

کہتے تھے یہ پسر سے شہِ آسماں سریر ۳۸ فضہ پکاری ڈیوڑھی سے اے خلق کے امیر
ہے ہے علیؑ کی بیٹیاں کس جا ہوں گوشہ گیر اصغر کے گاہوارے تک آکر گرے ہیں تیر
گرمی میں ساری رات یہ گھٹ گھٹ کے روئے ہیں
بچّے ابھی تو سرد ہوا پا کے سوئے ہیں

باقرؑ کہیں پڑا ہے سکینہؑ کہیں ہے غش ۳۹ گرمی کی فصل یہ تب و تاب اور یہ عطش
رو رو کے سو گئے ہیں صغیرانِ ماہ وش بچّوں کو لے کے یاں سے کہاں جائیں فاقہ کش
یہ کس خطا پہ تیر پیاپے برستے ہیں
ٹھنڈی ہوا کے واسطے بچّے ترستے ہیں

اُٹھے یہ شور سن کے امامِ فلک وقار ۴۰ ڈیوڑھی تک آئے ڈھالوں کو روکے رفیق و یار
فرمایا مڑ کے چلتے ہیں اب بہرِ کارزار کمریں کسو جہاد پہ منگواؤ راہوار
دیکھیں فضا بہشت کی، دل باغ باغ ہو
اُمّت کے کام سے کہیں جلدی فراغ ہو

فرما کے یہ حرم میں گئے شاہِ بحر و بر ۴۱ ہونے لگیں صفوں میں کمر بندیاں ادھر
جوشن پہن کے حضرتِ عبّاسؑ نام ور دروازے پر ٹہلنے لگے مثلِ شیرِ نر
پرتو سے رُخ کے برق چمکتی تھی خاک پر
تلوار ہاتھ میں تھی سپر دوشِ پاک پر